فہرست مضامین

بابت ماہ محرم و صفر ۱۳۶۲ھ (فروری ۱۹۴۳ء) جلد ۲۲۔ عدد ۱-۲

اشارات	ابوالاعلیٰ مودودی	۲
حساب آمد و خرچ جماعت اسلامی	—	۸
پیام القرآن۔	ابوالاعلیٰ مودودی	۹
مقالات		
اسلام میں مرتد کا حکم۔	"	۲۲
مسلمانوں کی موجودہ قومی سیرت کے بعض کمزور پہلو۔	مولانا سید ابوالحسن علی صاحب	۴۹
مطبوعات۔		۶۰

ضروری اعلان

میں نے ۲۳ نومبر ۱۹۴۲ء کو رسالہ ترجمان القرآن کے انتظام سے سید محمد شاہ صاحب کو الگ کر دیا ہے۔ جن اصحاب کے ذمہ دفتر ترجمان القرآن کا کوئی مطالبہ واجب الادا ہے وہ آئندہ کوئی رقم شاہ صاحب کو نہ دیں۔ نیز اس تاریخ کے بعد میری جس قدر کتابیں شاہ صاحب کے پاس پائی جائیں وہ مال مسروقہ سمجھی جائیں اور جو صاحب ان سے یہ کتابیں خریدیں۔ انہیں جان لینا چاہیئے کہ وہ دراصل چوری کا مال خرید رہے ہیں۔ میں یہ اعلان دلی تکلیف کیساتھ کر رہا ہوں۔ اپنے کسی سابق رفیق سے علیحدگی کے بعد اس قسم کا اعلان کوئی خوشگوار چیز نہیں ہے مگر مجھے افسوس ہے کہ سید محمد شاہ صاحب نے اپنی خیانت اور نہایت بے باکانہ بددیانتی سے مجھ کو اس اعلان پر مجبور کر دیا۔ شاہ صاحب ساڑھے چار سال تک میرے رفیق رہے ہیں۔ اس دوران میں ان کی مسلسل خیانتوں کے باوجود میں صبر و تحمل اور ہمدردی کے ساتھ ان کے اخلاق کی اصلاح کیلئے کوشاں رہا اور ہر ممکن طریقہ سے میں نے کوشش کی کہ جو شخص میرا رفیق کار بن چکا ہے اسکے اخلاق میں اگر کوئی کمزوری ہے تو اسے قربانی اور ہمدردی کیساتھ دور کر دوں۔ لیکن ان پر اس کا الٹا اثر ہوا اور وہ روز بروز خیانت میں بیباک ہوتے چلے گئے۔ حتیٰ کہ جب میں نے عاجز آ کر ان سے دفتر کا چارج لیا تو ان سے ایسی صریح بددیانتیوں کا ظہور ہوا جو میری توقع سے بہت زیادہ تھیں۔ میں شاید اس پر بھی صبر کر لیتا مگر مجھے معلوم ہوا کہ چارج دینے کے بعد دوسرے ہی روز انہوں نے اس دفتر کی چند کتابیں لاہور کے ایک تاجر کتب کے ہاتھ فروخت کیں۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ انہوں نے کتابوں کا ایک حصہ بہ ذخیرہ خود اُڑا کر رکھ لیا ہے اور اب وہ اسے فروخت کر رہے ہیں۔ شاہ صاحب جانتے ہیں کہ میں اپنے مسلک کی بنا پر پولیس اور عدالت سے مدد نہیں لے سکتا۔ اسلئے انہوں نے اتنی جسارت دکھائی لیکن انہیں یہ خیال نہ رہا کہ دنیا کی پولیس اور عدالت کے اوپر بھی کوئی پولیس اور عدالت موجود ہے جس کی گرفت سے وہ بچ نہیں سکتے۔ (ابوالاعلیٰ مودودی۔ ایڈیٹر ترجمان القرآن)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

اِشارات

شعبان ۶۱ھ کے پرچہ میں اعلان کیا تھا کہ تین مہینوں (جمادی الاولیٰ، جمادی الاخریٰ اور رجب) کی اشاعتیں منسوخ کرکے آئندہ سے یہ رسالہ بروقت شائع ہوتا رہے گا، لیکن افسوس ہے کہ اس کے بعد کاغذ کا قحط اس حد تک پہنچ گیا کہ رمضان اور شوال کے پرچے تیار ہوکر پریس میں پڑے رہے اور بازار میں ایک ریم کاغذ بھی دستیاب نہ ہوسکا۔ کاغذ کا جو ذخیرہ پہلے فراہم کیا گیا تھا اس کا بیشتر حصہ جماعت کے لٹریچر کی طباعت میں صرف ہوچکا تھا۔ شعبان کے اختتام پر میرے اندازے کے مطابق رسالہ کی اشاعت کے لیے دو مہینہ سے زیادہ کا ذخیرہ موجود تھا، مگر عین وقت پر معلوم ہوا کہ ایک رفیق کار کی غداری وخیانت سے وہ ذخیرہ خُرد بُرد ہوگیا۔ اس کے بعد مسلسل چار مہینے مجھے اور میرے بعض رفقاء کو کاغذ کی فراہمی کے لیے سخت جدوجہد کرنی پڑی۔ آخر کار محرم کے اواخر میں بمشکل اتنا کاغذ فراہم ہوسکا کہ دو پرچے طبع کرائے جاسکتے تھے، اور وہ بھی اس قدر گراں قیمت پر کہ چار پرچوں پر جو لاگت آسکتی تھی اس سے زیادہ دو پرچوں پر صرف ہوگئی۔ مجبوراً انہی دو پرچوں کو چار پرچوں کا قائم مقام کرنا پڑا۔ اس پر مزید افسوس یہ ہے کہ کاغذ ملا بھی تو وہ گلابی رنگ کا تھا جس کو استعمال کرنے سے طبیعت سخت اِبا کرتی تھی، لیکن ناچار اس خیال سے اُسی کو استعمال کرنا پڑا کہ اشاعت بند ہوجانے سے کسی نہ کسی طرح اس کا جاری رہنا بہرحال بہتر ہے۔ یہ وہ مصائب ہیں جو شیاطین جن وانس کے برپا کردہ فساد کی بدولت ہم پر نازل ہوئے ہیں۔ دُنیا میں جھوٹ پھیلانے کے لیے اور بندگانِ خدا کو فریب دینے کے لیے کاغذ موجود ہے، اور اتنا موجود ہے کہ ہوائی جہازوں سے ریم کے ریم پھینکے جاسکتے ہیں، مگر خدا کا کلمہ بلند کرنے کے لیے ایک ایک شیٹ کاغذ فراہم ہونا بھی مشکل ہو رہا ہے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اُس کا نام لینے والوں پر یہ بلا کب تک مسلط رہے گی۔

بظاہر مجھے امید نہ تھی کہ اب اس رسالہ کو زندہ رکھا جاسکے گا، بلکہ مجھے یہ بھی اندیشہ تھا کہ جماعت کے بک ڈپو

میں کتابوں کا جو ذخیرہ موجود ہے اس کے ختم ہو جانے کے بعد لٹریچر کی اشاعت کا سلسلہ بھی بند ہو جائے گا، لیکن الحمدللہ کہ وسط ماہ صفر میں کاغذ کی فراہمی کا اس حد تک انتظام ہو گیا کہ سال ڈیڑھ سال تک رسالہ اور کتابوں کی اشاعت کا کام مسلسل جاری رہ سکتا ہے۔ اگرچہ یہ کاغذ جو ہمیں ملا ہے، قبل جنگ کی قیمت کے مقابلہ میں چھ گنا زیادہ گراں ہے تاہم خدا کی مدد کے بھروسہ پر ہم اس کام کو آخر وقت تک جاری رکھنے کی کوشش کریں گے۔

جماعت کے لیے جو پریس خریدا گیا ہے وہ اس حالت میں تیار کھڑا ہے کہ بجلی ملتے ہی کام شروع کیا جا سکتا ہے لیکن جنگ کی وجہ سے بجلی کی طاقت حاصل کرنے میں دشواری پیش آ رہی ہے، لہٰذا پریس اس کے انتظار میں ابھی غیر معلوم مدت تک کھڑا ہی رہے گا۔ تعلیمی اسکیم اور کارکنوں کی تربیت کے لیے جو ادارہ میں قائم کرنا چاہتا تھا اسے بھی سردست اس وجہ سے معرضِ التوا میں رکھنا پڑا ہے کہ ایک طرف غلہ اور دیگر ضروریاتِ زندگی کا بہم پہنچانا سخت دشوار ہو رہا ہے اور دوسری طرف طلبہ اور کارکنوں کے قیام کے لیے عمارات میں جو اضافہ ناگزیر ہے اس کے لیے سامان فراہم نہیں کیا جا سکتا۔ پھر جو کچھ سرمایہ اس وقت جماعت کے خزانہ میں ہے اس کو بھی کسی دوسری اسکیم میں استعمال کرنے کے بجائے میں زیادہ مناسب سمجھتا ہوں کہ جماعت کے کام کو زندہ رکھنے کے لیے استعمال کروں۔ خدا کا شکر ہے کہ جماعت کا بکڈپو اس وقت اس حد تک ترقی کر چکا ہے کہ اس سے تقریباً ۳۰۰ روپے ماہوار منافع حاصل ہو سکتا ہے، اور اس کے علاوہ ہمیں اپنے ہمدردوں سے قریب قریب ڈھائی سو روپیہ ماہانہ بطور اعانت حاصل ہو رہا ہے۔ اگر بکڈپو کو ہم اس خطرے سے بچانے میں کامیاب ہو جائیں جو جنگی حالات کی وجہ سے اس وقت درپیش ہے تو انشاء اللہ آگے چل کر یہ ہماری تحریک کے لیے ایک مستقل ذریعۂ قوت ثابت ہوگا اور اہل خیر کی اعانت کے ساتھ اس کی اور پریس کی آمدنی سے ہم اپنی تحریک کے تعمیری اور انقلابی کام اچھے پیمانے پر شروع کر سکیں گے۔

اس دوران میں کہ رسالہ کی اشاعت بند رہی اور میں اس اشاعت کے کام کو تباہی سے بچانے میں منہمک رہا، شیطان اپنی پوری قوت کے ساتھ فتنہ پھیلانے میں مشغول رہا۔ ہندوستان کے مختلف گوشوں سے مجھے پیہم اطلاعات ملتی رہیں کہ جو لوگ اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے جماعت کے نظام میں شریک ہوئے تھے اور جو بڑی امیدوں کے ساتھ جماعت کے قریب

آرہے تھے، ان میں سخت بددلی پھیلائی جارہی ہے اور ان کو بدگمان کیا جارہا ہے تاکہ مایوس ہو کر اُلٹے پاؤں پھر جائیں رسالہ کی اشاعت بند ہوجانے کی وجہ سے میرے پاس کوئی ذریعہ اس خرابی کی اصلاح کا نہ تھا، اور فرداً فرداً خطوط لکھ کر تمام مستفسرین کو مطمئن کرنا میرے لیے محال تھا، اس لیے خرابی جس حد تک پھیل سکتی تھی خوب پھیلی۔ اب اللہ ہی کا کام ہے کہ جو کچھ بگاڑ پیدا ہوا ہے اس کو وہ درست فرمادے۔ شیطان جیسے آزمودہ کار فتنہ پرداز کے مقابلہ میں ہم ضعیف انسان کہاں کامیاب ہو سکتے ہیں اگر اللہ ہماری مدد نہ کرے۔ شیطان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے مگر اس کام کو ہرگز برداشت نہیں کر سکتا اس لیے کہ یہ تو اس کے مشن پر براہِ راست ضرب ہے۔ وہ جس طرح بھی ممکن ہوگا اس کو برباد کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگائے گا اور جس اللہ کے بندے کو جس راہ سے بھی بہکایا جا سکتا ہے بہکانے کی کوشش کرے گا۔ لیکن اگر یہ کام ہمارا نہیں بلکہ اللہ کا ہے، جیسا کہ ہمیں یقین ہے، تو آخر اللہ کی مدد ضرور آکر رہے گی اور شیطان کی تدبیروں کے باوجود یہ فروغ پاکر رہے گا۔

میں اس فتنہ کو کچھ اس وجہ سے شیطانی فتنہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ اس میں مجھے ہدف بنایا گیا ہے۔ خدا کی پناہ اس سے کہ میں کبھی اپنے آپ کو حق و باطل کا معیار بناؤں۔ دراصل جس بنا پر میں اس کو شیطان کی فساد انگیزی کا نتیجہ سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ اول تو اس میں وہ طریقے استعمال کیے گئے ہیں جو اہلِ حق کی سی صفائی و راستی سے دور اور شیطانی تدابیرِ فتنہ انگیزی سے قریب تر ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس پوری حرکت کا میلان بناؤ کے بجائے بگاڑ کی طرف ہے۔ اگر معاملہ یہ ہوتا کہ اس کام کو مجھ سے بہتر طریقہ پر چلانے کے لیے مجھ سے زیادہ اصلح اور اتقی لوگ آگے بڑھتے اور مجھے ہٹا کر میری جگہ لیتے تو یہ ہرگز فتنہ نہ ہوتا بلکہ اس صورت میں اگر مجھے ہلاک بھی کر دیا جاتا تب بھی یہ فتنہ نہیں فضلِ الٰہی ہوتا، مگر یہاں تو صورتِ حال کچھ اور ہی ہے۔ بڑی اونچی اونچی دیندارانہ باتیں کی جاتی ہیں اور نہایت خدا ترسانہ انداز میں کی جاتی ہیں اس لیے نہیں کہ زیادہ بہتر طریقہ پر اقامتِ دین کی سعی کرنے کے لیے ہم آگے آتے ہیں، اور اس لیے بھی نہیں کہ کچھ دوسرے اصلح حضرات آگے آنے کے لیے تیار ہیں، بلکہ صرف اس لیے کہ جو حقیر سی ابتدا اس کام کی ہوئی ہے اُسے بھی یہیں ختم کر دیا جائے۔ پہلے

ایک گروہ نے یہ کوشش باہر سے کی تھی، اب یہی کوشش ایک دوسرے گروہ نے نظامِ جماعت کے اندر آ کر کی ہے۔ میں کسی کی نیت کے متعلق فیصلہ کرنے کی ذمہ داری نہیں لینا چاہتا۔ ممکن ہے کہ یہ سب حضرات خالص دینی جذبہ ہی سے یہ سب کچھ کر رہے ہوں، لیکن شیطان کے پھندے میں پھنسنے والے تمام لوگ بدنیت ہی نہیں ہوتے، بہت سے نیک نیت بھی ہوتے ہیں اور بسا اوقات نادان متقی، ہوشیار مفسد سے بڑھ کر شیطان کے لیے مفید ثابت ہوتا ہے۔

جو لوگ دین کی ان جزوی اور ضمنی خدمات سے مطمئن ہیں جو ہمارے مدارس دینیہ میں، یا تبلیغی اداروں اور جماعتوں میں، یا خانقاہوں اور مسجدوں میں ہو رہی ہیں وہ تو بڑی حد تک معذور ہیں۔ اسی طرح وہ لوگ بھی کسی حد تک معذور ہیں جو انفرادی طور پر حق کا اظہار و اعلان کر دینے اور بندگانِ خدا کو خیر و صلاح کی تلقین کرنے اور بے راہ رویوں پر ٹوک دینے کو کافی سمجھتے ہیں۔ مگر جن لوگوں کو علیٰ وجہ البصیرت یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اصل مطلوب دینِ حق کو ایک مکمل نظام کی حیثیت سے بالفعل قائم کرنا ہے اور اس کے لیے منظم اجتماعی کوشش کی ضرورت ہے، اور اس چیز کو واحد نصب العین بنا کر جدوجہد کرنے والا گروہ آج روئے زمین پر کہیں موجود نہیں ہے انھیں کبھی اپنی خلوتوں میں ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہیے کہ ایسے ایک گروہ کو تیار کرنے میں اگر وہ تعمیری عنصر بننے کے بجائے تخریبی عنصر بنیں تو دنیا کو نہیں، خدا کو جواب دینے کیلئے ان کے پاس کیا عذر ہوگا خصوصاً اس صورت میں وہ کیا جواب دہی کریں گے جبکہ انھیں معلوم ہے کہ اس کام کی بنا ڈالنا کس قدر مشکل ہے اور ایک دفعہ درہم برہم کر کے دوبارہ اس کی صورت بندی کرنا کس قدر مشکل تر ہے۔ میں انھیں یقین دلاتا ہوں کہ میرے قصوروں اور گناہوں اور میری خامیوں اور برائیوں کو وہ اپنی صفائی کے لیے حجت نہ بنا سکیں گے۔ میں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ میں اس کام کی قیادت کا پیدائشی حق رکھتا ہوں اور یہ منصب مجھی کو حاصل ہونا چاہیے، میں نے کبھی اسے حاصل کرنے کی کوشش کی نہ اسے رکھنے پر اصرار کیا، بارہا کہہ چکا ہوں اور خدا کا واسطہ دے کر کہہ چکا ہوں کہ کوئی مردِ صالح اٹھے اور اس کام کو سنبھالے، یہاں تک کہہ چکا ہوں کہ مجھے صرف اقامتِ دین کی سعی کرنے والی ایک منظم جماعت درکار ہے اور اس میں چپراسی کی حیثیت سے بھی اگر مجھے کام کرنے کا موقع ملے تو میں اس پر راضی ہوں، پھر کس بنا پر میرے کسی قصور کو اس کام کی تخریب کے لیے حجت بنایا جا سکتا ہے؟ اگر کوئی تخریب نہیں، تعمیر چاہتا ہو تو اسے انفرادی سرگوشیاں کرتے پھرنے، بددلی اور بدگمانی پھیلانے اور ریشہ دوانیاں کرنے کی کیا حاجت ہے، کیوں نہ وہ راستباز انسانوں کی طرح وہ سیدھا اور صاف طریقہ